میری بہترین نظم

(خود شعراء کی منتخب نظموں کا مجموعہ)

مرتبہ

محمد حسن عسکری

۱۹۴۲ء

کتابستان الہ آباد

باہتمام حکیم رمضان علی اسرار کریمی پریس الہ آباد

PK
M4

ایک نقطہ!

مجھے تسلیم ہے کہ اس مجموعے کا نام جس اصول کا اظہار کرتا ہے وہ ایک حد تک غیر شاعرانہ ہے۔ پڑھنے والوں کیلئے بھی کسی شاعر کی ایک بہترین نظم کا انتخاب کرنا اگر ناممکن نہیں تو ناممکن کے قریب ضرور ہے۔ خود لکھنے والا تو الگ رہا جسے قدرتاً اپنی سب نظمیں عزیز ہونی ہی چاہیئیں۔ تاہم شاعر کے کلام کے چند پہلو ایسے ہوتے ہیں۔ جن پر وہ دوسروں سے زیادہ زور دینا چاہتا ہے، اور اُس کی نظموں میں اُس کی شخصیت کی چند ایسی خصوصیتیں جھلکتی ہیں۔ جنھیں وہ زیادہ اہم اور توجہ کے لائق سمجھتا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے اپنی ایک ایسی نظم کا انتخاب جو شاعر کے ان پہلوؤں کی نمائندگی کرتی ہو، اتنی زیادہ مشکل چیز نہیں ہے۔ اگر شاعر واقعی خلوص کے ساتھ ایسی نظم کا انتخاب کرے تو یہ ادب کے طالب علموں کے لئے ایک قابلِ قدر تحفہ ہوگا۔ گو شاعر اپنی شخصیت کے اظہار ہی کے لئے شاعری کرتا ہے، مگر یہ بالکل ممکن ہے کہ اُسکی شاعری اُسکی شخصیت کے لئے ایک پردہ بن جائے، اور وہ ہماری نظروں سے اور بھی اوجھل ہو جائے۔ بعض دفعہ تو یہاں تک ہوتا ہے کہ شاعری نقاب نہیں بلکہ نقلی چہرہ بن جاتی ہے، اور ہم شاعر کو دیکھنے کے باوجود نہیں دیکھ سکتے۔ شاعر کی منتخب نظم ایک چاقو ہے جس سے —— اگر شاعر نے اس چاقو کو کُند کر کے نہیں دیا —— ہم اس پردے میں ایک سوراخ بنا کر جھانک سکتے ہیں، اور شاعر کی شخصیت کا کم سے کم کچھ حصہ دیکھ سکتے ہیں۔ یہ اسی قسم کے چاقوؤں کا مجموعہ ہے —— آلاتِ نقب زنی کا پورا بکس۔ استعارے میں کچھ ترمیم کر کے یوں کہنا چاہیے کہ میں شاعروں کی تجوریوں کی کنجیوں کا ایک گچھا

آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ آگے آپ جانیں آپ کا کام۔ لیکن اتنا آگاہ کئے دیتا ہوں کہ جب آپ نقب زنی کا ارادہ کریں تو یہ اطمینان کر لیں کہ تجوری کے دلیر مالک نے آپ کو اصلی کنجی دی بھی ہے یا نہیں۔

دیکھنے میں تو مجموعہ مرتب کرنا ایک بالکل غیر شخصی چیز معلوم ہوتا ہے، مگر انسانی زندگی کے کس شعبے میں قطعی غیر جانب داری ممکن ہے جو یہاں ہوگی۔ میری کوشش تو یہی رہی ہے کہ اس مجموعے میں ہر مدرسۂ فکر کے شاعروں کی نمائندگی ہو۔ لیکن اس کے باوجود تقریباً آدھ درجن شاعر ایسے ہیں جنکی نظمیں میں کسی نہ کسی وجہ سے حاصل کرنے میں ناکامیاب رہا۔ یہ بھی بالکل ممکن ہے کہ میری محدود نظر چند گوشوں تک نہ پہونچ سکی ہوں۔ یہ بھی قرین قیاس ہے کہ بعض اصحاب اس مجموعے کی تشکیل مختلف طریقے سے کرتے۔ لیکن یہ کہنے میں مجھے کوئی جھجک نہیں کہ اس کی موجودہ شکل میں میرے ذاتی رجحان کو کافی دخل ہے۔ اردو نظم میں بہت سی معنوی اور ہیئتی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں جن سے تجاہل نہیں برتا جا سکتا۔ تجاہل برتنا کیا معنی، وہ اتنی دور پہونچ چکی ہیں اور انکی رفتار اتنی تیز ہے کہ اب وہ کسی کے روکے نہیں رک سکتیں۔ پچھلے چھ برس میں ادبی دنیا میں ایک ایسا انقلاب آیا ہے جس نے اس کی بنیادوں کو بالکل بدل دیا ہے، اور اسکے نظم و نسق کو شاعروں کی ایک نئی نسل نے پرانی نسل کے لجلجے ہاتھوں سے اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے۔ سیاست کے خارزار ہوں، یا مذہب کے تاریک جنگل، اقتصادی دلدلیں یا جنسیات کے ممنوعہ خطے یا اخلاقی چٹانیں، جواں سال اور اولو العزم جاں باز ان تمام علاقوں کی سیاحت کے لئے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ انہیں روایتی داستانوں پر اعتبار نہیں رہا، وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ یہ ضرور ہے کہ کانٹے اُن کے جسموں کو لہولہان کر دیتے ہیں، وہ پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر گرتے ہیں، کبھی کبھی وہ ہمت ہار کر بیٹھ بھی جاتے ہیں اور بعض دفعہ پیچھے لوٹ جانے کا ارادہ بھی کر لیتے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ اُنہیں

پُرانی اور خارج شدہ نسل کے طنزیہ قہقہے بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں مگر ان دیوانوں نے یہ بار امانت جان بوجھ کر اُٹھایا ہے خواہ وہ مختلف کاموں میں مشغول نظر آتے ہوں، مگر اُن سب کا مقصد اور مطمع نظر ایک ہے اُن کے دلوں میں خلوص ہے، اور تکلیفیں اُٹھانے کی ہمت۔ انہیں جنگلوں کو کاٹ کر صاف کرنا ہے غدّار دریاؤں پر پُل بناتے ہیں راستہ روکنے والی چٹانوں کو سامنے سے ہٹانا اور دلدلوں کو پاٹنا ہے۔ زندگی کو سر سبز اور زرخیز بنانا ہے۔ یہی کٹھا کھٹی آجکل زندگی کا نغمہ ہے، ۱۹۴۲ء میں شائع ہونے والے مجموعے کے لئے ان آوازوں کا ریکارڈ ہونا ناگزیر ہے۔ ان سیاحوں میں سے کچھ ایسے ہیں جنھوں نے سیاحت کے پرانے ساز و سامان کو بھی اپنی ضرورتوں کے لئے ناکافی سمجھا ہے، اور جدید ترین آلات کی مدد لی ہے، ہوائی جہاز کے زمانے میں شاعرانہ سفر کے ان نئے ذرائع آمد و رفت کی طرف نہ صرف متوجہ ہونا بلکہ انہیں ترقی دینا شاعری کی زندگی کے لئے لازمی ہے۔ اِسی لئے میں نے کوشش کی ہے کہ اس قسم کے زیادہ سے زیادہ نمونے بہم پہنچاؤں۔

زندگی کے ان سیاحوں نے اپنی اپنی منزل سے اپنے سفر کے مختصر حالات بھی لکھ بھیجے ہیں، اُنہوں نے بتایا ہے کہ ان کو کن کن خطرات کا سامنا کرنا پڑا ہے، اور وہ اُن سے کس طرح عہدہ برآ ہوئے ہیں، اور اُنہوں نے کن کن چیزوں کا سہارا پکڑا ہے۔ چند ایک نے تو اس میں ایسی جرات اور صداقت سے کام لیا ہے جو نہ صرف قابلِ تحسین بلکہ شکریے کی مستحق ہے۔ یہ میں ایک ایسا آئینہ پیش کر رہا ہوں جس میں آپ صرف شاعروں ہی کی تصویر نہیں، بلکہ پوری نئی نسل کا عکس دیکھ سکتے ہیں۔

شاعر ایک خلا میں نہیں پیدا ہوتے، بلکہ معاصرانہ زندگی کی حقیقتیں اُنہیں پیدا کرتی ہیں وہ ہمیں دکھاتے ہیں کہ ہوا کس رُخ چل رہی ہے۔ شاعروں کی نظموں میں ہمیں اُس عظیم اختلال و انتشار کی جو ہماری دنیا کو تہ و بالا کئے دے رہا ہے چیخیں اور کراہیں سنائی دے رہی ہیں۔ زندگی کی بُنیادیں متزلزل ہیں، مستحکم قلعوں کی دیواریں ریت کی طرح

بیٹھی جا رہی ہیں، اور محرابیں اور ستون کاغذ کے کھلونوں کی طرح ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں۔ موسیقار اپنی موت کا راگ گا چکا ہے، اور اُسکے پروں میں آگ لگ گئی ہے، اور ہم سب اُسکی چتا میں ایک ایک لکڑی کا اضافہ کر رہے ہیں، لیکن ناامیدی کی کوئی وجہ نہیں ہے، ہمارا کرۂ زمین اُس مدھر سنگیت سے محروم نہیں رہے گا، بڈھے پرندے کو راکھ ہوتے دیکھئے۔ پھر اس خاکستر میں سے ایک زیادہ جوان اور تازہ نغمہ سنج پیدا ہوگا .... اگر یہ مجموعہ آپ کو زندگی کی اس انگڑائی کی ایک جھلک بھی دکھانے میں کامیاب ہوگیا تو بس، اس کا اور کوئی مقصد نہ تھا۔ کیونکہ آج کسی کتاب کے وجود کا صرف یہی ایک جواز ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں۔

آخر میں میں اُن تمام شعراء کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنی تیز گامی کے باوجود مجھ پیچھے گھسٹ گھسٹ کر آنے والے کی پکار پر مڑ کر دیکھ لیا۔ ساتھ ہی مجھ پر ان حضرات کا شکریہ بھی واجب ہے۔ جنہوں نے اس مجموعے کی ترتیب میں ذاتی دلچسپی لی اور اس کا معرض وجود میں آنا ممکن بنایا:۔

جناب فراق گورکھپوری، جناب میراجی ۔ جناب احتشام حسین۔ جناب یوسف ظفر، جناب قیوم نظر اور جناب احسان دانش۔

محمد حسن عسکری
الہ آباد
۲۵ جنوری ۱۹۴۲ء

اثر صہبائی

رموز محبت

(۱)

جب آنکھ کھول کے دیکھا تو ہو گیا مستور یہ میرا دیدۂ بینا ہی اک حجاب ہوا
تو چھپ گیا مہ و انجم میں لالہ و گل میں ہر ایک جلوۂ رنگیں ترا نقاب ہوا
جب آنکھ بند ہوئی تو ہی جلوہ آرا تھا

(۲)

مری زباں کھلی شرح عاشقی کے لئے مرا بیاں تھا مرقع مری خجالت کا
ہر ایک حرف میں تھا غیریت کا افسانہ مری زباں نے کیا خوں مری محبت کا
مرے سکوت میں طوفان عشق برپا تھا